حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت

قائدِ انقلاب

از جناب سید اسعد گیلانی

حضورؐ حقیقی قائدِ انقلاب تھے۔ انہوں نے دنیا کی تشکیل کا پرانا ڈھانچہ یکسر بدل دیا اور دنیا کو سب کچھ نیا دیا۔ حضورؐ نے دنیا کو ایک نیا نظام، نیا معاشرہ، نیا ضابطہ، اور نیا انسان دیا۔ ایسا نیا انسان جو اللہ کی خوشنودی کا مظہر اور اس کی بندگی اور عبادت کی علامت ہے، جسے مسلمان کہتے ہیں اور جس کا نام ہی اطاعتِ الٰہی کا نشان ہے۔ ظلمتوں، تاریکیوں اور گمراہیوں سے بھری ہوئی دنیا میں سرورِ کائنات کا وجود ایک روشنی کا مینار ہے۔ انسانیت کا قافلہ مجبور ہے کہ راہِ راست کی تلاش میں اس مینار سے روشنی کی بھیک طلب کرے۔ ہر چشمِ بصیرت کو، غیر متمدن دنیا اپنی تمام کمزور خیالیوں کے ساتھ حضورؐ کے عقب میں گم ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ اور نئی دنیا اور نیا نظام حضورؐ کے قدموں سے پھوٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ پرانی دنیا کو حضورؐ نے اپنے تیئس سالہ جہادِ زندگانی میں ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے علم و عقل کی روشنی میں دمادم مہذب اور متمدن ہونے والی دنیا کا افتتاح آپؐ نے فرمایا اور اسے ایک ایسا نظام عطا کیا جو ہر دور کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے اور ہر زمان کی انسانی ضرورتوں کا کفیل ہے۔

دنیا میں کچھ لوگوں نے ایسے کارنامے سرانجام دیئے ہیں کہ ان کی یاد ذہن انسانی سے وابستہ ہو کر رہ گئی ہے اور تاریخ نے ان کے کارناموں کو اپنے دامن میں محفوظ کر لیا ہے۔ بڑے بڑے سالاروں کی یلغاریں، بڑے بڑے فاتحوں کی فتوحات، بڑے بڑے حکیموں کی حکمتیں اور دانائیاں اور بڑے بڑے فلسفیوں کے فلسفے بڑے بڑے عالموں کے علم و ادب کے ذخیرے اور بڑے بڑے سائنسدانوں کی ایجادات، وطن پرستوں کی جانفشانیاں اور قوم پرستوں کی قربانیاں تاریخ کے دامن میں سے نکل نکل کر نسل انسانی کے سامنے آتی ہیں اور اپنے لیے تحسین و آفرین کے تحفے طلب کرتی ہیں۔ لیکن اگر ان کے مجموعی کارناموں کو فلاحِ انسانیت کے عالمگیر ترازو میں رکھ کر تولا جائے تو ان کی بے وزنی اور بے وقعتی بہت نمایاں ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ بڑے بڑے آمروں، فاتحوں اور سالاروں نے زیادہ سے زیادہ بس یہی کیا کہ انہوں نے زیادہ سے زیادہ انسانوں کو غلام بنایا، بڑے بڑے حکیموں کی حکمتیں

اور دانائوں کی دانائیوں نے دنیا کے معاملات کی گتھیوں کو اور الجھا ہی دیا لیکن سلجھا نہ سکے۔ بڑے بڑے فلاسفروں نے اس سے زیادہ کچھ نہ کیا کہ پہلو دار الفاظ کے انبار لگا ئے اور انسانوں کے گروہوں کو شک وتذبذب میں گرفتار کرکے انہیں جھگڑنے کے لیے چھوڑ دیا۔ بڑے بڑے صناع کاریگر اور سائنسدانوں نے جس قدر انسانیّت کو فلزاتی سہولتیں مہیّا کیں ان سے زیادہ ان کی ہلاکت اور تباہی کا باعث بن گئے۔ جن لوگوں کو دنیا پر انکشافات جدیدہ کے ذریعے احسان کرنے کا دعوٰے ہے ان کے جبڑوں سے بھی زخمی انسانیت کا خون ٹپک رہا ہے۔ مغرب کی جو تہذیب بلند بانگ دعووں کے ساتھ وجود میں آئی اس نے انسان کو تباہ کرنے کے لیے اپنی تجربہ گاہوں کی ہر تجرباتی نلکی کو وقف کر دیا اور اسے موت کے انجکشن دینے کی فکر میں دن رات ایک کر دیئے۔ علم و دانش کے یہ سارے مدعی انسانیت کی آہوں اور فریادوں کے سوا اور کچھ حاصل نہ کر سکے۔ اس لیے کہ ان میں سے کسی نے بھی فلاحِ انسانیت کا کوئی عالمگیر پروگرام پیش نہیں کیا۔ اپنی صفات کے لحاظ سے وہ سب یک طرفے اور جانبدار نظر آتے ہیں۔ ان میں کوئی معاشیات میں الجھ گیا ہے تو انسانی زندگی کے دوسرے تمام شعبوں کو نظر انداز کر گیا ہے کسی نے سیاست کو لیا ہے تو معاشرت اس کی نظروں سے اوجھل ہے کوئی اجتماعیات کا ماہر ہے تو انسانی انفرادیت سے قطعی بے بہرہ ہے غرض ان سب کو حالاتِ زمانہ اور تقاضائے وقت نے پیدا کیا۔ انہوں نے خود حالات کو اپنی مرضی کے مطابق نہیں ڈھالا۔ بلکہ جب مخصوص حالات پیدا ہو گئے تو انہوں نے آگے بڑھ کر ان حالات سے فائدہ اُٹھایا۔ انہیں ہم تاریخ کی پیداوار (CREATURES OF HISTORY) کہہ سکتے ہیں۔ لیکن حضورؐ تشریف لائے تو حالات کا تقاضا وہ نہ تھا جو آپؐ نے پورا کیا۔ آپؐ نے حالات کو خود پیدا کیا خود اپنے کام کے آدمی تیار کئے۔ خود ان آدمیوں سے مخصوص اصولوں کی علمبرداری کا کام لیا اور خود ہی تاریکی کے پردوں کو پھاڑ کر ان میں سے صبحِ انسانیّت کو طلوع کیا۔ انہوں نے خود تاریخ کو بنایا اور اسے اپنی مرضی کے مطابق ڈھالا۔

مشرقِ بعید کے تمام مذاہب کے قدیم بانیوں نے انسان کے لیے ترکِ دنیا کو مُکتی کا ذریعہ بنایا۔ یہ زندگی کے مسائل کا حل نہ تھا بلکہ ان سے فرار تھا۔ انبیاء کرام جو دنیا میں وقتاً فوقتاً تشریف لاتے رہے۔ ان کا پیغامِ ہدایت بھی انہیں مخصوص قوموں کے لیے رہا جن کی طرف وہ مبعوث ہو کر آئے۔ حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ ہر ایک نے ایک ہی انداز میں گم کردہ راہ لوگوں کو مخاطب کیا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ "اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو"۔

ہر نبی اور داعیٔ حق نے ہر زمانے میں اسی طرح خطاب کیا اور انہیں لوگوں کو مخاطب کیا جو ان کے گرد ان کی قوم یا قبیلے کی شکل میں پھیلے ہوئے تھے لیکن سرورؐ کائنات نے دنیا کے تمام انسانوں کو بیک وقت مخاطب کیا۔ ان کو بھی جن تک آواز پہنچی ان کو بھی جو ان سے براہ راست مخاطب ہوئے اور ان کو بھی جو اس دنیا میں قیامت تک آدم کی نسل سے پیدا ہوتے چلے جائیں گے۔ ان کے خطاب اور ان کے پیغام کے تمام انسان مساوی طور پر مخاطب ہیں۔

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ "اے لوگو" یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا "اے لوگو جو ایمان لائے ہو" اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضورؐ کا پیغام نسلِ انسانی کے ہر فرد کے لیے ہے چاہے وہ زمین کے مغربی گوشے میں پیدا ہو یا مشرقی گوشے میں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے نبی کو دنیا میں بھیجتے ہوئے یہی پیغام دیا کہ وہ کسی مخصوص گروہ کو نہیں بلکہ ساری دنیا کو خدا سے ڈرانے والا اور سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ○

ہم نے تم کو دنیا کے آگے حق کی گواہی دینے والا سعادت انسانیت کی خوشخبری دینے والا اللہ کی طرف اس کے بندوں کو بلانے والا اور دنیا کی تاریکیوں کے لیے ایک چراغ نورانی بنا کر بھیجا۔

دوسری جگہ فرمایا:

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ○

کیا ہی بابرکت ذات ہے جس نے اپنے بندے پر الفرقان نازل کیا تاکہ وہ قوموں کو اور ملکوں ہی کے لیے نہیں بلکہ تمام عالموں کی ضلالت کے لیے ڈرانے والا بنے۔

چنانچہ حضورؐ نے بھی حجۃ الوداع کے آخری خطبے میں جو انسانیت کے لیے تمام غیر الٰہی بندھنوں سے آزادی کا منشور ہے تمام لوگوں کو مخاطب کرکے یہی فرمایا "جو یہاں موجود ہیں وہ اس پیغام کو ان تک پہنچا دیں جو یہاں نہیں"۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کا پیغام زمان و مکان کی حد بندیوں سے بالا ہے اور وہ ہر زمانے اور ہر نسل کے انسانوں کو بیک وقت ہدایت کی طرف بلاتا ہے۔

ساری دنیا کے لیڈر کے لیے جن صفات کا بنیادی طور پر ہونا ضروری ہے وہ چار قرار دی جاسکتی ہیں۔

پہلی صفت یہ ہے کہ وہ کسی خاص قوم، نسل خاندان، رنگ یا طبقے کی سربلندی کے لیے نہ اٹھا ہو بلکہ مجموعی طور پر دنیا کے تمام انسانوں کی بھلائی کے لیے اس نے کام کیا ہو۔ اس لیے کہ کسی مخصوص قوم یا ملک یا نسل کی سربلندی چاہنے والا شخص اس کے اپنے لوگوں کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے قابلِ تقلید نہیں ہوسکتا۔ جو شخص چین کے لیے ساری خیر خواہی کا جذبہ لے کر اٹھا ہو اس کی ذات سے ہم پاکستانیوں کو کیا دلچسپی ہوسکتی ہے اور ہمیں کیا ضرورت ہے کہ اسے اپنا لیڈر تسلیم کریں بلکہ اگر وہ چین کے باشندوں کی ترقی کے لیے ہمیں گرانا چاہتا ہو تو ہمیں اس سے نفرت ہوگی۔ اس لیے تمام قوموں کے انسان تو ایک شخص کو اسی صورت میں اپنا لیڈر مان سکتے ہیں کہ وہ کسی قوم کے فرد کو کسی دوسری قوم کے فرد پر کوئی ترجیح نہ دے۔

دوسری صفت یہ ہے کہ اس لیڈر نے ایسے اصول پیش کیے ہوں جو دنیا کے تمام انسانوں کی نسل، قوم، رنگ اور ملک کی عصبیت سے بالاتر ہو کر رہنمائی کرتے ہوں اور ان کی فلاح کا طریقہ بتاتے ہوں۔

تیسرے یہ کہ اس کی رہنمائی کسی خاص زمانے کے ساتھ مخصوص نہ ہو بلکہ اس کا بتایا ہوا راستہ ہر زمانے کے انسانوں کے لیے مفید ترین راستہ ہو اس لیے کہ جو لیڈر زمانے کی گردش کے ساتھ ازکار رفتہ ہوجانے والا ہو اسے دنیا کا ہادی نہیں کہا جاسکتا۔ دنیا کا ہادی وہی ہوسکتا ہے جس کی رہنمائی رہتی دنیا تک کارآمد ہو۔

چوتھے یہ کہ اس نے جو اصول پیش کیے ہوں وہ محض کسی فلسفی کا فلسفہ نہ ہوں بلکہ ان اصولوں پر اس نے حرف بہ حرف عمل کر کے بھی دکھایا ہو اس لیے کہ محض اصول پیش کردینے والا زیادہ سے زیادہ ایک مفکّر تو ہوسکتا ہے لیکن ایک راہنما اور ہادی نہیں ہوسکتا۔ یہ وہ شرائط ہیں جنہیں پورا کیے بغیر کسی انسان کو ساری دنیا اپنا لیڈر تسلیم نہیں کرسکتی۔ جب ہم یہ شرائط لے کر تاریخ کا دامن کھنگالتے ہیں اور دنیا کے تمام رہنماؤں پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں حضورؐ کے سوا اور کوئی انسان ایسا نظر نہیں آتا جو ان شرائط پر پورا اترتا ہو حضورؐ کی زندگی پر سرسری طور پر بھی نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کسی خاندان یا قوم یا نسل یا طبقے یا گروہ اور ملک کے مفاد سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ان کی نگاہ میں تمام انسان بحیثیت انسان برابر تھے۔ ان کی زندگی میں کوئی شائبہ بھی ایسا نظر نہیں آتا جس سے معلوم ہو کہ انہیں کسی خاص قوم یا خاندان یا گروہ سے دلچسپی تھی۔ انہوں نے قومی، ملی، خاندانی یا نسلی بڑائی چھوٹائی کے تمام معیار توڑ کر تمام بنی نوع انسان کے سامنے ایک ہی معیار رکھ دیا۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ — جو تم میں پرہیز گار ہے اللہ کے نزدیک وہی معزز ہے۔

اس پیمانے پر دنیا کے ہر خطے کا انسان اپنے آپ کو جانچ سکتا ہے اور جس کا وزن اس میں زیادہ نکلے وہی معزز ہے چاہے وہ حبش کے بلالؓ ہوں یا روم کے صہیبؓ ہوں اسی لیے حضورؐ نے انسانوں میں بڑائی چھوٹائی کے وہ پیمانے مقرر کیے جن کا تعلق انسان کے جغرافیائی یا نسلی وجود سے نہیں بلکہ اخلاقی وجود سے ہے اور ان میں مساواتِ انسانی درجہ اوّل کا اصول ہے۔

فرمایا:

"اللہ کی ناراضگی سے بچو، جو خدا کے غضب سے ڈرتا ہے وہ پورا پورا کامیاب ہوا۔"

"پرہیز گاری مراتب کو بلند کرتی ہے۔"

پھر فرمایا:

"جاہلیت کے تمام مفاخر بند کیے جاتے ہیں۔"

نسل کی حد بندیاں ختم کرتے ہوئے فرمایا:

"پرہیز گاری کے سوا اور کسی چیز کی بنا پر ایک شخص کو دوسرے پر فضیلت نہیں سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔"

پھر فرمایا:

"اے لوگو نسب کے لیے کوئی فخر نہیں ہے عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔"

قرآن میں فرمایا گیا:

"اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو گروہ اور قبائل بنا دیا تاکہ تم آپس میں پہچانے جاؤ۔ مگر درحقیقت معزز تم میں وہی ہے جو پرہیز گار ہے۔"

حضورؐ نے فرمایا:

"جس نے عصبیت کی طرف بلایا وہ ہم میں سے نہیں۔"

اس طرح مکان و زبان اور قوم و وطن کی تمام حد بندیاں توڑ کر دنیا کے تمام انسانوں کو مخاطب کیا گیا اور عالمی برادری بنانے کی دعوت دی گئی۔

پھر حضورؐ نے اپنی ساری قوت ان اصولوں کو نافذ کرنے میں صرف کر دی جو انسان کی فلاح کا بنیادی پتھر ہیں۔ کائنات کا نظام جس اصول پر قائم ہے اسی اصول پر انسانی زندگی کا سارا ڈھانچہ تعمیر کرنے کی جدوجہد میں حضورؐ نے زمانے بھر کی مصیبتیں سہیں۔ طائف کے بازاروں میں پتھر کھائے، جلاوطنی قبول کی۔ قوم نے جینا مشکل کر دیا۔ لالچ دیئے۔ دھمکیاں دیں۔ نظر بند کیا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ اگر تم میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے میں چاند بھی رکھ دو تو میں اسلام سے باز نہ آؤں گا۔ آپ کے قتل کی سازشیں ہوئیں۔ لیکن آپ نے جس اصول کی حقانیت کا نعرہ لگایا تھا اور جس راہ کی طرف دنیا کو بلایا تھا اس پر قائم رہے یہاں تک کہ فلاحِ انسانیت کے ان عالمگیر اصولوں کی جڑیں قیامت تک کے لیے زمین میں گہری جما دیں۔

پھر آپ نے ۲۳ سال کی مختصر سی جدوجہد میں وہ سوسائٹی قائم کر کے دکھا دی جس کا خواب انہوں نے انسانیت کو دکھایا تھا۔ جس خواب کو پریشان کرنے کے لیے مشرکین اور دشمن اپنے سارے ہتھیار لے کر نکل آئے تھے وہ ایک واقعہ کی صورت میں عالم وجود میں آ گیا اور عالمگیر بین الانسانی بنیادوں پر جس معاشرے کی تاسیس حضورؐ کے پیش نظر تھی وہ جاہلیت کے پردوں کو پھاڑ کر دنیا کے مطلع پر پہلی بار طلوع ہوا۔ اس میں حبش کے بلالؓ، ایران کے سلمانؓ، فارس کے باذانؓ اور روم کے صہیبؓ بھی شامل تھے۔ اس معاشرے میں غلام آقا بن گئے جو ہمیشہ سے پست چلے آتے تھے وہ بلند ہو گئے جن کا کام صرف اطاعت کرنا تھا وہ فوجوں کے سالار ہو گئے اور جو حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے ان کے اعزاز پر بڑے بڑے معززین کو بھی رشک آنے لگا۔

یہ معاشرہ خالص خدا کی بندگی کے اصولوں پر تعمیر ہوا۔ جس میں داخلے کی فیس صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تھی۔ اس طرح دنیا کے ہادی نے ایک نئی دنیا تعمیر کی اور اسے ایک نیا نظامِ اخلاق دیا، نیا نظامِ تعلیم، نیا نظامِ تمدّن، نیا نظامِ معاشرت و معیشت اور نیا نظامِ حکومت دیا۔ اور ساری دنیا کے سامنے مظاہرہ کر کے دکھا دیا کہ پاکیزہ اصولوں پر ایک صالح نظام کس طرح تعمیر ہو سکتا ہے۔ اور وہ دنیا کو کتنی رحمت و برکت سے بھر سکتا ہے۔ درحقیقت حضورؐ نے دنیا کو ایک نیا انسان دیا۔ انسان کو بدل دینا ہی حقیقی انقلاب ہے۔

پھر جو گروہ حضورؐ نے ان نئے انسانوں پر مشتمل تیار کیا وہ صرف ان عالمگیر اصولوں کی بنیادوں پر ہی تیار کیا گیا اس کا تعلق نسل انسانی کے کسی خاص طبقے سے نہ تھا یا جغرافیائی حدود کی کسی خاص حد بندی سے نہ تھا بلکہ

وہ پوری دنیا کے انسانوں میں سے ایک اصول کے ترازو میں تول اور چھانٹ کر نکالے گئے اور ساری دنیا کی فلاح کے لیے انہیں مامور کیا گیا تھا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ

اس طرح جو جماعت حضورؐ نے تیار کی وہ تمام نوعِ انسان میں سے چھانٹی گئی جس کے چھانٹنے اور برپا کرنے کا مقصد وہی تھا جو حضورؐ نے متعین کیا کہ وہ بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور اللہ پر ایمان لائیں۔ چنانچہ ہر اس گروہ کو جو ان اصولوں پر منظم ہو بھلائی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے لیے وہی طریقہ اختیار کرنا پڑے گا جو حضورؐ نے اختیار کر کے دکھایا۔ ہر غیر الٰہی حکم سے بغاوت، ہر غیر الٰہی اطاعت سے انکار، خدا کے ہر باغی اقتدار کی نفی اور خدا کے مکمل اقتدار اور قانون کے نفاذ کے لیے مسلسل جدوجہد چاہے اس جدوجہد میں کتنے ہی اُحد اور کتنے ہی حنین سامنے آئیں۔ چاہے اس کی راہ روکنے کے لیے اپنے ہی بھائی بیٹے اور عزیز نہ آ جائیں۔ اس راہ کی ہر رکاوٹ کو حضرت عمرؓ کی طرح تلوار سے ہٹانا ہوگا۔

اس دور میں اس "اخرجت للناس" کے مخاطب آج کے مسلمان ہیں۔ ہمیں تک حضورؐ نے اپنا پیغام پہنچا دینے کا حکم دیا تھا اور پہنچانے والوں نے پہنچا دیا۔ آج ہمیں ہی دنیا کو معروف کا حکم دینا اور منکر سے روکنا ہے لیکن اگر ہمارے ہاتھوں سے معروف دبے اور منکر پھلے پھولے تو پھر ہمیں اپنے آپ کو ہادیٔ برحق کے پیرو کہہ کر ان کے نام کو ناپاک کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

چوں نہ داری از محمدؐ رنگ و بو
از درودِ خود میالا نامِ او

آج حضورؐ کا اسوہ اور آپ کا پیغام ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ اگر ہم انھیں دنیا کا آخری ہادی مانتے ہیں اور آپؐ کے لائے ہوئے قانون کو ہر زمانے میں دکھی انسانیت کا واحد علاج سمجھتے ہیں تو پھر ہمیں اس قانون کے نفاذ کے لیے اپنی زندگی کی ہر قوت صرف کر دینی چاہیے۔ چاہے اس کے لیے ہمیں قید و بند کے مصائب اور دار و رسن کی سختیاں بھی کیوں نہ سہنی پڑیں۔ جو لوگ رسولِ اکرمؐ کی پیروی کا یہ حق ادا کریں حقیقت میں انہی کو مسلمان ہونا زیب دیتا ہے اور حضورؐ کی پوری پوری پیروی کا حق صرف اس طرح ادا ہو سکتا ہے اس سے کم تر دین کا کوئی ایڈیشن تیار کر کے اس پر عمل پیرا ہو جانے کا نہ ہمیں حق ہے اور نہ ہی اس کی اجازت دی گئی ہے۔